الالبانی فی السنن وحسنه فی صحیح الترغیب]

کسی کی ضرورت پوری کرنے اور تن پوشی کرنے والوں کو جنت کا سبز لباس پہنایا جائے گا۔اس سے واضح ہوا کہ لباس کا مقصدِ شرعی ستر پوشی، موسمی اثرات کی شدت سے حفاظت اور غیرت کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔صرف اور صرف زیب وزینت اور اعلیٰ تر پوشاک کے غم میں گھلنا اور لباس کو ہی شخصیت کا نکھار سمجھنا درست نہیں۔

ان احادیثِ نبویہ سے یہ اسباق حاصل ہوتے ہیں:

1: لباس ایسا پہننا چاہیے جو مکمل جسم کو ڈھانپ دے۔

2: وسعت کے مطابق لباس پہننا چاہیے، نہ کہ غرور، تکبر اور دوسروں پر فخر کرنے کے لیے فیشن پرستی کی جائے۔

3: مردانہ اور زنانہ لباس میں مشابہت نہیں ہونا چاہیے، ورنہ اللہ کی لعنت پڑے گی۔[البخاری ح:٥٨٨٥]

4: خواتین بن ٹھن کر گھروں سے باہر نکلنے سے اجتناب کریں۔قرونِ اولیٰ کی ایماندار خواتین گھروں کے اندر بناؤ سنگھار کر کے رہتی تھیں، اور زیادہ تر گھروں کے اندر رہتی تھیں۔اور اگر کسی ضرورت سے اپنے خاوند کے بغیر باہر نکلنا پڑے تو بالکل سیدھا سادھا لباس پہن کر، زیورات اتار کر اور مکمل شرعی پردہ زیبِ تن کر کے نکلتی تھیں۔

5: اخلاق وکردار میں عاجزی وانکساری مؤمن کا حقیقی زیور ہے۔اگر اس کے ساتھ خالص رضائے الٰہی کی خاطر لباس میں بھی اپنی گنجائش سے کمتر پر قناعت کرتے ہوئے سادگی وصفائی اختیار کرے تو اس کی بڑی فضیلت ہے۔

6: دیگر ضروریات زندگی کی طرح لباس بھی خالص حلال کمائی سے حاصل شدہ ہونا چاہیے؛ ورنہ عبادات قبول نہیں ہوں گی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ایک بندہ لمبے سفر میں پراگندہ سر اور غبار آلود ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ اس کی غذا، لباس، اور پرورش حرام پر ہوئی ہے، لہٰذا اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے!''[متفق علیه]

7: نیا لباس ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور ضرورت سے زیادہ کپڑے کسی ضرورت مند کو دینا چاہیے۔

8: لباس پہنتے وقت مسنون دعا پڑھنا چاہیے۔[أبـو داود ح:٤٠٢٠] پہننے میں دائیں طرف سے آغاز کرنا اور اتارنے میں بائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے۔[بخاری ح:٥٨٥٥، مسلم ح:٢٠٩٧]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات سے محبت کا جذبہ عطا فرمائے، پاک نبی ﷺ کی سنت وسیرت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آخرت میں رسول اکرم ﷺ کی رفاقت کا شرف نصیب فرمائے۔آمین

حقوق انسانی قسط: ۴

انسانیت اور اس کے تقاضے

محمد شریف بلغاری

میرے بھائیو! اسلام "آزادی رائے" کی اجازت دیتا ہے، مگر حدود کے اندر رہ کر۔ جہاں اسلام "قُل الحقَّ ولو كان مُرّاً" فرما کر حق بات اگر چہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو' کہنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام "افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر" فرما کر حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے بھی کہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جہاں اسلام سمع واطاعت کو لازمی قرار دیتا ہے: "ولو اُمِّرَ عليكم عبدٌ حبشيٌّ" اگر چہ حبشی غلام ہی کو امیر بنا دیا جائے۔ جہاں اسلام اچھائی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے کی تاکید اور حکم کرتا ہے: ﴿ولتكن منكم أمةٌ يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف﴾ [ال عمران ١٠٤] "اور چاہئے کہ تم میں سے ایسی جماعت ہو جو بھلائی کی دعوت دے اور امر بالمعروف کو منظم کرے۔" امر بالمعروف کی فعّال کمیٹیاں تشکیل دینے کا حکم دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام ہر اچھی بات کہنے کی اجازت دیتا ہے، اور ہر بُری بات سے ٹوکنے کا حکم کرتا ہے۔ لیکن دل میں جو بھی بات آئے اور ذہن میں جو کچھ سوجھے' اسے اچھالنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ولا تَقْفُ ما ليس لك به علمٌ إن السمعَ والبصرَ والفؤادَ كلُّ أولٰئك كان عنه مسئولًا ۞﴾ [بنی اسرائیل٣٦] "جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ؛ کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کیا جانے والا ہے۔"

معلوم ہوا کان کا مالک میں نہیں ہوں، بلکہ یہ میرے پاس امانت ہے۔ لہٰذا ہر سنی سنائی بات پر یقین کرنا اور اچھالتے پھرنا جائز نہیں۔ اور اگر بلا ثبوت ہر سنی سنائی بات اچھال دے' تو قیامت کو کان سے سوال ہوگا۔ اس طرح نص قرآنی سے معلوم ہوا کہ آنکھ بھی اللہ کی میرے پاس امانت ہے؛ ہر دیکھی ہوئی چیز کو اچھالنے پر پابندی لگائی ہے۔ حتیٰ کہ زنا جیسے سنگین جرم کو چار گواہ جب تک نہ ہو' اچھالنے پر پابندی ہے۔ ﴿والّٰتي يأتين الفاحشة من نسآء كم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم﴾ [النساء ١٥] "اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔" چار گواہ کے بغیر اس فعل بد کو اچھالنے کی ممانعت کر دی۔

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: ﴿يٰأيها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم﴾

[الحجرات ۱۲] "اے ایمان والو! بہت ساری بدگمانی سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔" بدگمانی کا تعلق دل سے ہے۔ اور شریعت نے دل میں وسوسے اور کسی سے متعلق بدگمانی لانے سے منع فرمایا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ظن وتخمین کی بنیاد پر باتوں کے بتنگڑے بنانا اور اچھالنا سنگین جرم ہے، جس کے بارے میں قیامت میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح قرآن پاک میں لوگوں کے عیب کو کریدنے اور عیب جوئی کی بھی ممانعت آئی ہے: ﴿ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا﴾ [الحجرات ۱۲] "اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔"

قرآن مجید چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے اس کے سارے احکام دوراندیشی اور نتیجہ خیزی پر مبنی ہیں۔ انسانی معاشرے کی بگاڑ کی بنیاد ایک دوسرے سے بدظنی رکھنا اور ایک دوسرے کی کمی کوتاہیاں تلاش کر کر کے اچھالنا اور ایک دوسرے کی غیبت کرنا ایسی برائیاں ہیں، جن سے آپس کی الفت ومحبت کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔ انتشار وانشقاق پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کی عزتیں تار تار ہو جاتی ہیں۔ معاشرے میں ہر سو خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں۔ یہ وحدتِ امت میں دراڑیں پڑنے کا بنیادی ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ان خرابیوں کے تمام اسباب وذرائع پر پابندی لگاتا ہے۔

اہل مغرب "آزادی رائے" کا نعرہ بلند کر کے یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم قرآنی اصولوں اور ضابطوں کو پس پشت ڈال کر آزادیِ رائے کی خوفناک سازش کے تلے جان بوجھ کر یا بن جانے اپنے ملکوں میں شور وشرابہ پیدا کریں۔ اور ملکی مفادات کے خلاف حکومتی رازوں کو اچھالیں۔ "آزادیِ رائے" کے تحت اسلامی مملکتوں کی بنیادوں کو کھوکھلا کریں۔ بے مقصد وبے سود رائے زنی کر کے عوام کو گمراہ کریں۔ معاشرے میں شکوک وشبہات پھیلا کر بدامنی پیدا کریں۔ لایعنی مقاصد کو اچھال کر امن وسکون کو تہہ وبالا کریں۔

باغیرت مسلمان بھائیو! قرآن مجید کی روشنی میں ہم آزاد نہیں۔ نہ ہماری زبان آزاد ہے، نہ آنکھ، نہ کان، اور نہ دل ودماغ آزاد ہے؛ بلکہ یہ تمام اعضاء ہمارے پاس اللہ پاک کی امانت ہیں۔ ان کے استعمال کے اصول اور ضابطے قرآن مجید اور حدیث شریف میں مقرر شدہ ہیں، ہم اسی کے پابند ہیں۔ یہی اعضاءِ انسانی تو ہیں جن کے صحیح استعمال سے نجات وکامیابی حاصل ہوتی ہے، اور غلط استعمال سے انسان قعرِ مذلت میں پڑ جاتا ہے۔ ہمیں اللہ عزوجل نے بے سود پیدا نہیں کیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی کڑی نگرانی میں ہیں۔ ﴿لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ﴾ [الرعد ۱۱] "اللہ تعالیٰ کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔" ہماری زبان بھی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے، ہم آزادیِ رائے کے تحت جو منہ میں آئے نہیں بول

سکتے۔اللہ پاک کا فرمان ہے:﴿مَا یلفظُ من قولٍ اِلا لدیہ رقیبٌ عتیدٌ ۞﴾[ق ۱۸] ''(انسان) منہ سے کوئی لفظ نہیں نکال پاتا، مگر اس کے پاس نگہبان (فرشتے) تیار ہیں۔''

ایک دفعہ سنی سنائی باتیں اچھالنے پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ﷺ کو تنبیہ فرمائی:﴿ولو لا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھٰذا سبحانک ھذا بھتان عظیم ۞﴾[النور ۱۶] ''تم نے ایسی بات (ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان) کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا: ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں، یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔'' اور سرزنش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:﴿یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین ۞﴾ [النور ۱۷] ''اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا اگر تم واقعی ایمان والے ہوں۔''

رب کریم اپنے بندوں کی عصمت وعفت کا کتنا خیال فرما رہا ہے، کہ ان کے دامن عفت پر زد پڑنے والی بے پر کی باتیں اچھالنے کی ممانعت کتنی سختی سے کر دی۔اور جنہوں نے اس زمانے میں اس جرم کا ارتکاب کیا' انہیں کوڑے مارے۔ اور یہ اہل مغرب کی آزادی رائے کے علمبردار' قرآنی تعلیمات کے دشمن' بہتان کی سزا دینا تو چھوڑو، زنا و بدکاری کی کھلی چھوٹ دیتے ہیں۔دروغ گوئی وتہمت بازی کو''آزادی رائے'' کا نام دے کر کھلی اجازت دیتے ہیں۔بھائیو! کیا کوئی باغیرت انسان ایسا گھٹیا نعرہ لگا سکتا ہے؟! العیاذ باللہ

یہ کافر تو ہمیں اپنے رب تعالیٰ سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ہمیں آزادی رائے کے کھوکھلے نعروں کے تحت اسلام کی زرین تعلیمات سے ننگا (محروم) کرنا چاہتے ہیں۔یہ ابلیس کے کارندے ہمیں بھی اپنے ساتھ جہنم لے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور کے کافر ہی نہیں، ان کے آباء واجداد کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمان قرآن کے الٰہی احکامات سے دور رہیں۔ اور یہی نعرہ ''آزادی رائے'' کا لگاتے ہوئے قرآن کے مقابلے میں شور وشغب مچاتے رہے ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:﴿وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۞﴾[حم السجدة ۲۶] ''اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور (اس کے مقابلے میں) بیہودہ شور کرو، تاکہ تم (قرآنی تعلیمات کے مقابلے میں) غالب رہیں۔''

کیا ہم بھی اہل مغرب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے آزادیِ رائے کا نعرہ بلند کریں؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو جو وعید سنائی ہے، ہم بھی اسی کے سزاوار بن جائیں؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو پسِ پشت ڈال کر الٰہی احکامات کے مقابلے میں آزادی رائے کے خود ساختہ، پرفریب دعوے کے تحت باتیں کرنے والوں کو سنائی ہے:﴿فلنُذیقنّ الذین